مسلکِ اہلحدیث کا داعی اور ترجمان

جلد ۳۵ | ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ | جمعۃ المبارک | ۱۰ فروری ۱۹۸۴ء | شمارہ ۲۸

مندرجات

حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے

محمد سلیمان انصاری

سالانہ ـــ ۵۰ روپے
فی پرچہ ـــ ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

۴۰۰ پاکستانیوں کے سعودی جیلوں میں بند ہونے کی خبریں غلط ہیں

مقامی قوانین کی خلاف ورزی پر ۳۰ پاکستانیوں سمیت ۴۵ غیر ملکی جیلوں میں بند تھے۔ سعودی دفتر خارجہ کی وضاحت

۔ سعودی عرب کی جیلوں میں بند تیس پاکستانیوں سمیت ۴۵ غیر ملکیوں میں سے اکثر رہا کر دئے گئے ہیں۔ انہیں بعض مقامی قوانین کی خلاف ورزی کی بنا پر گرفتار کیا گیا تھا۔ دفتر خارجہ کے ایک ترجمان کے مطابق اب صرف چند افراد سعودی عرب کی جیلوں میں بند ہیں ترجمان نے اس بات کی تصدیق کی کہ سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائف کے حالیہ دورہ اسلام آباد کے موقع پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا۔ ترجمان نے کہا کہ بعض اخبارات کی یہ خبر درست نہیں ہے کہ ۴۰۰ افراد جیلوں میں بند ہیں۔ سعودی عرب کی جیلوں میں ۴۵ افراد بند تھے۔ جن میں تیس پاکستانی اور باقی بنگلہ دیشی تھے۔ (روزنامہ "نوائے وقت" ۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء)

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے

حکومت سعودی عرب کے خلاف جلسے اور جلوسوں پر اظہارِ افسوس

۲۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے دفتر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نمائندہ علماء کے ایک ہنگامی اجلاس میں حکومت سعودی عرب کے خلاف ہونے والے جلسے اور جلوسوں پر افسوس کا اظہار کیا گیا اور اخبارات کے لئے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا گیا۔

پاکستان میں ایک خاص گروہ نے آج کل حکومت سعودی عرب کے خلاف جلسے اور جلوسوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ سعودی حکومت نے عید میلاد کے موقع پر بعض پاکستانیوں کو گرفتار کیا ہے۔ دنیا میں تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہے کہ حکومت سعودی عرب اپنے ہاں قرآن و سنت کے خلاف کسی حرکت کو برداشت نہیں کرتی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میلاد کی محفلوں کی آڑ میں کوئی مزید قدم اٹھانے کی کوشش کی گئی ہو۔ ان باتوں کے ڈانڈے ان بیانات سے بھی ملتے ہیں جو ایک خاص گروہ کے علماء نے برطانیہ وغیرہ میں دئیے تھے کہ حرمین کو سعودی حکومت سے آزاد کرایا جائے۔ امام کعبہ کی امامت میں نماز ادا کرنے والوں کو نماز دہرانے اور ان کے نکاح فسخ ہونے کا فتویٰ جاری کیا گیا۔

اصل طریقہ یہ ہے کہ اگر واقعی کوئی مسئلہ پیدا ہوا ہے تو اسے حکومت اپنی سطح پر پروٹوکول کے مطابق حل کرے۔ ورنہ اس طرح کی حرکات دو برادر مسلمان ملکوں میں دُوری پیدا کرنے کے مترادف ہیں۔ اور اتحاد بین المسلمین کے خلاف ایک گھناؤنا اقدام۔ اس وقت ملک کو اتحاد کی اشد ضرورت ہے خصوصاً ایسے وقت جب کہ سربراہ کانفرنس میں پاکستان عالم اسلام میں اتحاد کے داعی کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ ایسے موقع پر اس قسم کے حالات پیدا کرنا اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور صدرِ پاکستان کی تقریر اور ان کی مساعی کے اثرات کو زائل کرنے کے مترادف ہے۔ حکومت پاکستان کو فوراً اس بات کا نوٹس لینا چاہئیے اور ایسی صورت ہرگز پیدا نہیں ہونے دینی چاہیے جس میں خود پاکستانی عوام میں تفرقے کی فضا پیدا ہو جائے۔ (شعبہ نشر و اشاعت مرکزی جمعیت اہل حدیث راوی روڈ۔ لاہور)

رشوت کے تدارک کے لئے چند تجاویز

کاش حکومت اس طرف توجہ فرما سکے!

وطنِ عزیز میں رشوت کا کاروبار ایک منافع بخش بزنس کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ رشوت دینے والے یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے ان کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور رشوت لینے والے یہ طے کر چکے ہیں کہ بغیر اس کے وہ کسی کا کام نہیں کریں گے۔ کسی دفتر میں چلے جائیے وہاں یہ تصور ہی موجود نہیں کہ بغیر رشوت کے (خواہ اس کی مقدار کچھ ہی ہو) کام ہو سکے گا۔ پھر یہ سلسلہ اتنا طویل اور مربوط ہے کہ چپراسی سے لے کر افسرِ اعلیٰ تک ملی بھگت کی ایک مضبوط زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں اور نیچے سے اوپر تک رشوت کی رقم حسبِ مراتب تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے انگریزی عہد میں رشوت کا سلسلہ نہایت خفیہ طریقے سے چلتا تھا اور چند محکمے اس سلسلے میں بدنام تھے۔ رشوت دینے والا کوئی ایک حیلے بنا کر متعلقہ اہلکار تک رقم پہنچاتا اور بدقت تمام کامیابی حاصل کرتا۔ رشوت لینے والا بھی محاسبے کے خوف سے اکثر کانپتا رہتا۔ مگر پاکستان میں یہ تمام پردے اٹھ گئے ہیں۔ رشوت کو خدمت کا معاوضہ بنا لیا گیا ہے بلکہ یہ ایک استحقاق بن چکا ہے جس پر کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کھلے بندوں سودے بازی ہوتی ہے نہ کسی سے شرم کی ضرورت ہے نہ کسی محاسبے کا خوف۔ چھوٹے چھوٹے سرکاری ملازم جن کی تنخواہ بمشکل ایک بائیسکل کی متحمل ہو سکتی ہے موٹر سائیکل اور سکوٹر دوڑاتے پھرتے ہیں۔ افسروں نے لاکھوں روپے کے صرف سے کوٹھیاں اور بنگلے بنا رکھے ہیں اور وہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اسلام میں اخلاقیات کے دیگر اصولوں کی طرح اس رخ پر بھی ہماری رہنمائی کی گئی ہے اور قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔ الآیۃ (البقرہ ۱۸۸) (آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ) اس ناحق مال کھانے میں رشوت بلاشبہ شامل ہے۔ اس لیے کہ سرکاری اہلکار کو لوگوں کا کام کرنے کی پہلے ہی تنخواہ ملتی ہے۔ اس پر مستزاد جب وہ کسی کا کام کرنے کا معاوضہ طلب کرتا ہے تو وہی رشوت ہوتی ہے اور یہی دوسرے کا مال "ناحق کھانا" ہے۔

ہمارے ہاں رشوت کے خلاف سرکاری طور پر بھی محاسبے کا اہتمام کیا گیا ہے اور ایک محکمہ (اینٹی کرپشن) باقاعدہ موجود ہے۔ جو سرکاری ملازموں پر گرفت کرتا رہتا ہے مگر سننے میں آیا ہے کہ وہ خود بھی رشوت میں اتنا ہی ملوث ہے جتنا دوسرے محکمے

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم ۔ مطبع: اومنی پرنٹرز۔ لاہور ۔ ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف ۔ مقام اشاعت: شیش محل روڈ لاہور

یا ان کے اہلکار۔ اس صورتِ حال کی اصلاح کے لئے حکومت نے اب ایک اور محکمہ "محتسب اعلیٰ" کے تحت قائم کر دیا ہے۔ مگر یہ بھی آخر انہی افراد کا مجموعہ ہے جو اسی سرکاری مشینری کے کل پرزے ہیں جہاں رشوت اور بدعنوانیاں پروان چڑھتی ہیں۔ اس لئے یہ بھی ایک موہوم اُمید کا ٹمٹماتا سا چراغ ہی دکھائی دیتا ہے۔

دراصل رشوت اب کوئی یک طرفہ ٹریفک نہیں رہی کہ اس میں صرف سرکاری اہل کار ہی گردن زدنی قرار دیئے جائیں بلکہ رشوت دینے والوں کا بھی اس میں اتنا ہی عمل دخل ہے جتنا لینے والوں کا۔ اس لئے محاسبے کی صورت دوطرفہ ہونی چاہیئے۔ رشوت دینے والوں کو بھی سزا اسی طرح ملنی چاہیئے جیسے لینے والوں کے لئے مقرر ہے (اگر کہیں ہے تو.....) کیونکہ حدیث کی رُو سے دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لئے ارشاد فرمایا۔ الراشی والمرتشی کلاھما فی النار۔ ان دونوں کو جہنم کی وعید سُنائی جا چکی ہے۔ یہاں یہ دونوں اس لعنت کے فروغ کا باعث ہیں۔

اس وقت رشوت خوروں کی پکڑ دھکڑ کا یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی مجسٹریٹ صاحب سے دستخط کروا کے کچھ نوٹ کسی اہلکار کو دیئے جاتے ہیں یا زبردستی اس کی جیب میں رکھے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی مجسٹریٹ صاحب مع چند سپاہیوں کے چھاپہ مار کر اس کو دبوچ لیتے ہیں۔ اخبارات میں خبر چھپ جاتی ہے۔ اور اہل کار کو معطل کر کے تفتیش کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ محاسبے کا ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقۃً اس طریقے سے اکثریت ان لوگوں کی پکڑی جاتی ہے جو رشوت نہیں لیتے۔ رشوت لینے والے اور دینے والے میں تو باہم ایک گہرا رشتہ ہوتا ہے جو قانون کی زد میں نہیں آتا۔ قانون کی زد میں آنے والے عام طور پر ایسے اہلکار ہی ہوتے ہیں جو یا تو نوآموز (اناڑی) ہوتے ہیں یا رشوت کے خلاف ہوتے ہیں مگر کام کروانے والے لوگ ان سے یا تو ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یا اپنے کام کو دفتری ضابطوں سے مستثنیٰ کروا کے فوراً کروانا چاہتے ہیں۔

ہمارے خیال میں انتظامیہ کو رشوت کے تدارک کے ذرائع کے ساتھ دفتری کام کا محاسبہ کرنے پر بھی زور دینا چاہیئے۔ لوگوں کے مسائل کی فائلیں جو دفتروں میں دبی پڑی رہتی ہیں ان کے تصفیہ پر اگر توجہ دی جائے اور سرکاری ملازموں کی کارکردگی پر گرفت کا اہتمام کیا جائے تو اس سے ایک تو لوگ دفتروں کے چکروں سے نجات پا جائیں گے، دوسرے رشوت کے لین دین میں معتدبہ کمی آ جائے۔ اور ممکن ہے آخر کار ختم ہی ہو جائے۔ جب تک لوگوں کے کیس دفتروں میں پھنسے رہیں گے اس وقت تک بدعنوانیوں کا سدباب نہیں ہو سکتا۔

ایک بات اور قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ سرکاری دفاتر میں ایسے افسر اور اہل کار بھی کثرت سے موجود ہیں جو اپنے کردار و عمل کے اعتبار سے دیانتدار اور دفتری کارکردگی کے لحاظ سے نہایت قابل (EFFICIENT) ہیں۔ نہ وہ رشوت کے لین دین میں ملوث ہوتے ہیں اور نہ اپنے فرائض میں تساہل کے روادار ہیں۔ مگر عام طور پر ان کو ترقیات وغیرہ کے مواقع پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگ آگے آ جاتے ہیں جو افسرانِ بالا کے منظورِ نظر یا خوشامدی ہوتے ہیں۔ ان کی چرب زبانی اور عیاری ان خاموش اور دیانتدار کارکنوں کی حق تلفی بھی کرتی ہے اور دفتری کارکردگی کو بھی متاثر کرتی ہے۔ افسرانِ بالا کو چاہیئے کہ وہ ایسے نیک اور دیانتدار ملازموں کو نظر انداز نہ ہونے دیں اور دفتر کے سپرنٹنڈنٹوں کی رپورٹوں کے علی الرغم از خود ان کے کام کا جائزہ لیں اور ان کو ترقیاں دیکر آگے بڑھائیں تاکہ وہ دفتری بدعنوانیوں کو ختم کرنے میں حکومت کے دست و بازو کا کام دے سکیں۔

محترم صدرِ مملکت نے اپنے گزشتہ اگست کے بیان میں دفتری بدعنوانیوں اور عدالتی بے انصافیوں کے قلع قمع کرنے کا اعلان کیا تھا مگر ابھی تک اس سلسلے میں حکومتی سطح پر کئے جانے والے اقدامات منظر عام پر نہیں آئے۔ ہمیں امید ہے کہ انتظامیہ اپنے مجوزہ اقدامات میں مندرجہ بالا گزارشات کو بھی مدنظر رکھے گی ؎ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

بحث ونظر

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

سوال میلاد خواں واعظ حضرات عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ کا سایہ نہیں تھا اور اپنی تائید میں چند روایتیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول میں ذکوان سے مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

(۲) ابن سبع کہتے ہیں:- من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض (الخصائص الکبریٰ ص ۶۸ ج ۱۔ للسیوطی)

(۳) روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس انہ لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل (زرقانی شرح مواہب ص ۲۲۰ ج ۴)

یہ حضرات، بعض مصنفین کے اقوال بھی استدلال کے طور پر لایا کرتے ہیں مگر سب کا مرجع یہی روایات ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:-

(الف) کیا یہ بات صحیح ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

(ب) ان سب روایات کی حیثیت کیا ہے؟ (ایک سائل)

جواب سرورِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فِدَاہُ اَبِی وَاُمّی) کی عظمت وفضیلت کے لیے قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے نصوص بہت کافی ووافی ہیں۔ علمائے حدیث وسیرت نے اس پر بہت سے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ ان کی موجودگی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایسی باتوں کی محتاج نہیں کہ آپ کا سایہ تھا یا نہیں۔ معلوم نہیں ایسے حضرات کو اس بلا منفعت مسئلے میں کیا لطف آتا ہے۔

(۲) جب ادلۂ شرعیہ قطعیہ اور عقل صحیح سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، انسان تھے، حضرت آدمؑ کی اولاد، جناب عبداللہ اور جناب آمنہ کے بیٹے تھے، تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ دوسرے عام انسانی وبشری اوصاف کی طرح اس انسانی وصف سے بھی آپ موصوف تھے۔ ہاں آپ کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں ادلۂ عامہ کی تخصیص اور اقتضائے عقل کے استثناء پر کوئی دلیل شرعی صحیح وصریح ثابت ہوتی تو کسی مسلمان کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب تک ایسی کوئی دلیل نہیں پائی گئی بلکہ ادلۂ عامہ کے علاوہ بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت زینبؓ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اس بات پر ناراض ہوئے کہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہہ دیا۔ اس پر آپ نے ان سے تعلق خاطر منقطع فرما لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں بہت ہی مایوس ہو گئی تھی مگر اچانک ایک دن

یعنی دوپہر کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کا مجھے سایہ (ہی پہلے) دکھائی دیا۔

اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان فی سفرله فاعتل بعیر لصفیة و فی ابل زینب فضل فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم ان بعیر الصفیة اعتل فلو اعطیتها بعیرا من ابلك فقالت انا اعطی تلك الیهودیة؟ قال فترکها رسول الله صلی الله علیه وسلم ذوالحجة والمحرم شهرین او ثلاثة لا یاتیها قالت حتی یئست منه وحولت سریری قالت فبینما انا یوما بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله صلی الله علیه وسلم مقبل (مسند امام احمد ص۱۳۲ ج ۶) یہ روایت قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ بحوالہ طبرانی اوسط مجمع الزوائد ص۳۲۳ ج ۴ میں ہے۔

اسی طرح ایک حدیث حضرت انسؓ سے جامع ابن وہب کے حوالہ سے حافظ ابن القیمؒ نے ذکر کی ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلی و ظلکم (میرا سایہ اور تمہارا سایہ) ارشاد فرمایا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔

عن انس بن مالك قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم صلوة الصبح ثم مد یده ثم اخرها فلما سلم قیل له یا رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد صنعت فی صلوتك شیئا لم تصنعه فی غیرها قال انی رأیت الجنة فرأیت فیها دالیة قطوفها دانیة حبها کحب الدباء فاردت ان اتناول منها فاوحی الیّ ان استأخری فاستأخرت ثم رأیت النار فیما بینی وبینکم حتی رأیت ظلی و ظلکم فاومأت الیکم ان استأخروا فاوحی الی اقرهم فانك اسلمت واسلموا وهاجرت وهاجروا وجاهدت وجاهدوا فلم ار علیکم فضلا الا بالنبوة (حادی الارواح الی بلاد الافراح ص۲۴ طبع مصر)

الغرض دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک تھا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے ایک رسالے میں اپنے مفید مطلب چند روایتیں جن کی حقیقت ابھی بیان ہوگی انشاء اللہ نقل کر کے لکھتے ہیں۔

"جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو وہ بھی دکھائے"۔ (انارۃ الغی ص۱۶ مصنفہ خان صاحب بریلوی)

الحمد للہ کہ اس موضوع پر صاف معنی والی دو حدیثیں ہم نے پیش کر دی ہیں۔ خان صاحب موصوف کے مقلدین کو چاہیئے کہ اب خاموش ہو جائیں۔

رہا معاملہ مسئولہ روایتوں کا تو افسوس ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کام کی نہیں، سب ناقابل اعتبار ہیں۔

اولاً: نوادر الاصول کوئی مستند کتاب نہیں۔ اس کے مصنف محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ نے خود تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی کتابیں بطور تفریح طبع تصنیف کی ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنی مصنفات سے استدلال سے روک دیا ہے۔ چنانچہ استاذ قشیری ان سے نقل کرتے

۱؎ تیسری صدی ہجری کے مدعی تصوف کے حال ایک شخص۔ حالات کے لیے دیکھو رسالہ قشیریہ، لسان المیزان وغیرہ۔

ہیں۔ مَا صَنَّفْتُ حَرْفًا عن تدبیر ولا یُنْسَبُ اِلَیَّ شَیْءٌ مِّنْهُ ولکن کان اذا اشتد علی وقتی التسلی به (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۲) حکیم ترمذی کا یہ مقولہ بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی رائے یہ ہے۔

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد"

(نوادر الاصول میں اکثر غیر معتبر حدیثیں ہیں)

پھر حکیم صاحب کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں:۔

"باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است وسبب ایں حادثہ را خود ایشاں بیان کردہ اند کہ من ہیچ گاہ تفکر و تدبر و تامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آں است کہ کسے ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مرا قبضے وقت مے شد تسلی و آرام بہ تصنیف مے جستم و ہرچہ بخاطر مے رسید مے نوشتم" (بستان المحدثین صفحہ ۲۳ طبع لاہور)

سوچنے کی بات ہے کہ ایسے غیر محتاط شخص کی غیر محتاط تصنیف سے کوئی بات کیسے اخذ کی جا سکتی ہے۔ خصوصاً جب کہ اس نے خود بھی روک دیا ہو۔

ثانیاً:۔ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ ذکوان تابعی ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ پر متصل و ثابت حدیثیں موجود ہوں۔

ثالثاً:۔ مرسل ہونے کے علاوہ بھی اس کی سند سخت مخدوش ہے۔ علامہ سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء (صفحہ ۳) میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قیس راوی ہے۔ وھو وضاع کذاب (وہ جھوٹی روایتیں گھڑنے والا بہت جھوٹا شخص تھا) دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید ہے۔ وھو مجہول (اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے) ملا علی قاری حنفی نے بھی شرح شفا (صفحہ ۵۳۷ جلد اول) میں اس روایت کو مخدوش قرار دیا ہے)

رابعاً:۔ ابن سبع کے متعلق پہلے تو یہی معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں۔ کشف الظنون میں ان کی ایک کتاب "شفاء الصدور" کا ذکر کیا گیا ہے اور ابن سبع الامام الخطیب سلیمان السبتی لکھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب نے فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کرامات الاولیاء کے سلسلے میں دو کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ "یہ حضرت ان مصنفین میں سے ہیں جن کی تصانیف میں بہت سے جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے حضرات کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ حدیث صحیح و ضعیف کیا ہوتی ہے۔" چنانچہ مصنف فردوس دیلمی اور ابن سبع وغیرہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وامثال ھؤلاء ممن فی کتابہ من الکذب مالا یحصیہ الا اللہ .... فھم لا یعرفون الصحیح من السقیم (کتاب الرد علی البکری صفحہ ۲۰۱)

علاوہ ازیں ابن سبع نے کوئی سند بھی ذکر نہیں کی، تاکہ اس کا حال معلوم ہو سکتا۔ ظن غالب یہ ہے کہ اس کی بنیاد حکیم ترمذی کی روایت پر ہے کیونکہ ابن سبع حکیم صاحب سے متاخر معلوم ہوتے ہیں۔

خامساً:۔ ابن المبارک اور ابن الجوزی کی روایت بھی لاپتہ ہے، نہ اس کی کوئی سند نہ باقاعدہ کوئی حوالہ۔ ظاہر ہے ایسی روایت جس کا سر ہو نہ پیر، کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے؟۔

باقی اس سلسلے میں جو اقوال رجال نقل کئے جاتے ہیں ان کا مبنیٰ ایسی روایات ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مبنیٰ علیہ ہی کسی اعتماد و استناد کے قابل نہیں تو ان اقوال کی گو وہ کتنے ہی "بڑے لوگوں" کے کیوں نہ ہوں کیا حیثیت رہ جاتی ہے خصوصاً اس صورت میں کہ اثبات ظل (سایہ) کے ثبوت میں احادیث صریحہ وارد ہیں۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

مولانا حافظ عبدالحمید ازہر فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

(قسط ۵ آخری)

فن نقدِ حدیث پر مولانا اصلاحی کی کرم فرمائیاں

مولانا امین احسن اصلاحی کا یہ مبہم اصرار، کہ مجرد کسی کا مُبتدع ہونا اُس کے ساقط الروایۃ ہونے کے لیے کافی ہے، اس امر کا غماز ہے کہ انہیں خود بھی اس اصول کے دائرۂ اثر کی وسعتوں کا اندازہ نہیں ہے اور اُن کے حلقۂ ارادت میں بھی کوئی رجل رشید نہیں جو انہیں مُتنبہ کر سکے کہ حضرت! حدیث کے متعلق آپ کے خیالات بھی بدعت کے سوا کچھ نہیں۔ آپ کا یہ نادر اصُول تو ملتِ اسلامیہ کو آپ کے معارفِ عالیہ سے محروم کر دے گا۔

اہل حدیث کے اُصولِ نقد واقعیت پر مبنی ہیں۔ مولانا کے اندیشہ ہائے دُور دراز کی طرح محض خیالی نہیں اور آسانی سے سمجھ میں آجانے والی بات ہے کہ کسی مقام پر فکری یا عملی لغزش کا شکار ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا شخص تمام معاملات میں ناقابلِ اعتماد ہو گیا ہے۔ جناب اصلاحی صاحب کا یہ ضابطہ انسانی زندگی کا دو قدم بھی ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ ذاتی طور پر سخت سے سخت قانون کی پابندی کر سکتے ہیں لیکن اس امر کو سند کا خلا قرار دینا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ سند میں خلا جب ہوتا اگر ائمہ نقاد رواداری یا تساہل کی بنا پر کسی راوی کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہوئے اس کی بدعت سے اغماض برتتے۔ لیکن یہاں تو یہ حالت ہے کہ مُبتدعین سے تو ایک طرف مبتدعین کے تراجم بھی تصریح سے خالی نہیں۔ عکرمہ اور قتادہ جیسے تابعین کی عظمت اور امام عبدالرزاق صنعانی کی بلند پایہ شان بھی انہیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کروا سکی۔

سند کی تحقیق میں چوتھا خلا مولانا نے یہ دریافت فرمایا ہے کہ "ہمارے اکابر حدیث نے حلال و حرام کے متعلق حدیثیں قبول کرنے میں فی الجملہ احتیاط برتی ہے لیکن ترغیب و ترہیب اور فضائل کی روایات میں انہوں نے عمداً تساہل برتا ہے۔"

مولانا نے یہ دعویٰ بھی فرمایا ہے کہ "نہایت عمیق مطالعے اور غور و فکر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں" حالانکہ متذکرہ صدر الفاظ اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ انہوں نے مطالعے کی تکلیف گوارا فرمائی، نہ غور و فکر کا تکلف کیا۔ کیونکہ اگر وہ تدبّر سے کچھ بھی کام لیتے تو انہیں یہ معلوم کرنے میں دقّت پیش نہ آتی کہ مُحدثین نے تمام احادیث باسند روایت کی ہیں۔ کھرے کھوٹے کی تمیز کے لئے نام بنام راوی بھی بتا دیے ہیں۔ لہٰذا فضائلِ اعمال میں بعض علماء حدیث کا قدرے ضعیف روایات کو مشروط طور پر قبول کر لینا سند میں کسی خلا کا موجب نہیں ہو سکتا۔

مولانا عمیق مطالعہ کے بجائے کتب مصطلح الحدیث پر سرسری نظر ڈالتے تو انہیں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف احادیث کو قبول کرنا محدثین کا مسلمہ و متفقہ اصول نہیں ہے۔ بلکہ اہل حدیث کے کئی اکابر ائمہ کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث بہرحال قابلِ احتجاج و اعتماد نہیں ہے۔ قدمائے محدثین میں امام یحییٰ بن معین، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، زمانہ وسط میں امام ابن حزمؒ،

حافظ ابوبکر ابن العربی اسی نظریہ کے علمبردار تھے (ملاحظہ فرمائیے قواعد التحدیث ص۱۱۳ تالیف علامہ جمال الدین قاسمی) عصر حاضر کے محدث علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ اسی کے داعی ہیں۔

اس امر کو سند کا خلا باور کرانے سے پہلے مناسب تھا کہ مولانا حافظ ابن تیمیہؒ سے امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول کا مطلب سمجھ لیتے جسے صحیح طور پر نہ سمجھ سکنے کی بناء پر حضرت نے بناء فاسد علی الفاسد کی یہ مثال پیش فرمائی ہے کیونکہ انہیں اپنے بلند بانگ دعاوی کے باوصف اس حقیقت سے انکار نہیں ہوگا کہ امام احمدؒ کے اقوال کو ابن تیمیہؒ ان سے زیادہ جانتے اور بہتر طور پر سمجھتے تھے۔

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ جب .... حلال و حرام کے مسائل ہوں تو ہم اسانید کو سختی سے جانچتے ہیں اور ترغیب و ترہیب میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح عام محدثین کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کسی عمل کے مستحب ہونے پر ناقابلِ اعتبار احادیث سے استدلال کرنا روا ہے اس لئے کہ استحباب شرعی حکم ہے جس کا شرعی دلیل کے بغیر ثابت ہونا ممکن نہیں ہے۔ بلا دلیل کسی عمل کے مستحب ہونے کا فیصلہ دینا ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی شے کو واجب و حرام ہونے کا فیصلہ دیا جائے۔ امام احمد اور محدثین کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ جب کوئی عمل دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہو جیسے تلاوتِ قرآن، تسبیح دعاء وغیرہ۔

تو ان ثابت شدہ اعمال کے متعلق کوئی حدیث مروی ہو کہ فلاں عمل میں اس قدر اجر و ثواب ہے تو ایسی روایت کا ترغیب و ترہیب کے باب میں روایت کرنا روا ہے۔ بشرطیکہ وہ وضعی اور من گھڑت نہ ہو (مجموع الفتاویٰ الکبریٰ ۱۸/۶۶)

شیخ الاسلام نے اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے۔ احادیث تین مراتب پر ہیں۔

(۱) وہ احادیث جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں۔ اُن سے احکام ثابت ہوتے ہیں (۲) وہ احادیث جو موضوع و من گھڑت ہوں۔ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے (۳) وہ احادیث جن کے صحیح ہونے کا احتمال بھی ہوتا ہے۔ اور ضعیف ہونے کا امکان بھی۔ اس تیسری قسم کی احادیث کو فضائلِ اعمال میں روایت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے صحیح ہونے کا امکان موجود ہے۔ بصورت دیگر انہیں روایت کرنے میں کوئی نقصان بھی نہیں۔ (ایضاً)

امام احمد بن حنبلؒ کے قول کا صحیح محمل جان لینے کے بعد عمیق مطالعہ اور غور و فکر کا دعویٰ کرنے والوں کی خدمت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ حَفِظْتَ شَيْئًا وَغَابَتْ عَنْكَ أَشْيَاءُ۔

مضمون کے آخر میں فرطِ غضب میں محدثین کے متعلق مولانا ایسی باتیں کہہ گئے ہیں۔ اگر خود بھی دوبارہ پڑھ لیں تو بے اختیار پکار اُٹھیں ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

محض زبان کے زور پر حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے اُمت میں انحراف و خرافات کا دروازہ کھولنے کا الزام مولانا نے اس مقدس گروہ کے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے جن کی تمام مساعی حریمِ سُنّت اور حظیرہ شریعت کی حراست و حفاظت کے لئے وقف رہیں۔ حضرت نے تاریخ کو اس جرأت کے ساتھ مسخ کیا ہے کہ تاریخ مذاہب اسلامیہ پر نظر رکھنے والا ہر طالب علم اُن کی ثقاہت اور متانت کے متعلق حُسنِ ظن باقی رکھنے میں دشواری محسوس کرے گا۔

جوشِ غضب میں یہ پہاڑ جیسی حقیقت بھی انہیں نظر نہیں آتی کہ تصوّف سمیت تمام بدعات و خرافات کا فتنہ ضعیف احادیث پر عمل سے نہیں بلکہ تفسیر بالرائے اور نقدِ حدیث میں علمی قواعد و ضوابط کے بجائے اپنی عقل کی سان کو کسوٹی قرار دینے سے برپا ہوا۔ مولانا نے حقِ تجدید یوں ادا کیا کہ تفسیر بالرائے کا نام "تدبّرِ قرآن" اور احادیث کے ردّ و قبول میں من مانی کرنے کا نام "تدبّرِ حدیث" رکھ لیا ہے۔

ان کے اسلاف اگر یہ کہتے تھے کہ محدثین کا کام تو راویوں کی غیبت کرنا ہے تو مولانا نے اس کی اصلاح یوں فرمائی۔ اُن کے نزدیک حدیث کے لئے صرف سند کی صحت اور اس کا قابلِ اعتماد ہونا فیصلہ کن امر ہے۔

قدمائے اہلِ بدعت بھی اسناد ہی کو اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اور مولانا اصلاحی بھی اسی کو آزادیٔ "تدبّر" کے سامنے ایک بند تصوّر کرتے ہیں۔ اور اس میں خلاؤں کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں۔

اُمید ہے کہ ان گذارشات پر ٹھنڈے دل اور کھلے ذہن سے غور کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کو پالے گا کہ اکابر محدثین کا معیارِ نقدِ حدیث ہمارے دَور کے تمام مدعیانِ علم و تحقیق کے تصوّر سے بھی فزوں تر ہے۔ نیز یہ کہ حضرت مولانا اصلاحی کے دریافت فرمودہ خلا سند میں نہیں بلکہ ان کے اپنے فہم و فکر میں ہیں۔ اور بحمد اللہ اہلحدیث کے اصول تحقیق و تنقید ان تمام عیوب سے مبرّا ہیں۔ کسی نے انفرادی طور پر اگر کوئی لغزش کھائی ہے تو ان قواعد میں اس کی نشان دہی اور تلافی کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ لیکن اس سے کسی کو یہ غلط فہمی بھی نہیں ہونی چاہیئے کہ محدثین کی بحث و تحقیق کا دائرہ جرح و تعدیلِ رجال تک ہی محدود رہے۔ مولانا سلفی نے بغیر مبہم الفاظ میں فرمایا تھا۔

"بحث اس میں نہیں کہ فہم اور تنقیدِ حدیث میں محدثین کے نزدیک عقل و درایت کو دخل ہے یا نہیں؟ پورے دین کا خطاب عقلمندوں سے ہے۔ بحث اس میں ہے کہ آیا ہر مدعیٔ عقل کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ کتاب و سُنّت کو اپنی عقل کی سان پر رکھ کر پرکھنا شروع کر دے اور جو حکم اس کے خودساختہ معیار پر پورا نہ اُتر سکے اس کا انکار کر دیا جائے۔ آیا "عقل و درایت" کو احادیث و سُنّت کے اس قتلِ عام کی اجازت ہونی چاہیئے؟ ائمہ اور حفاظِ حدیث اور آج کے گنہ گار اہلِ حدیث اس کے مخالف ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے۔"

حضرت مولانا سلفیؒ کے مضمون کے ایک اقتباس پر ہی ان گذارشات کو ختم کرتا ہوں۔ ہماری نظر میں اُصولِ حدیث ایک متحرک فن ہے۔ وہ بتدریج اس حد تک پہنچا ہے۔ جہاں وہ موجود ہے۔ اگر کسی معقول اصل کا اس میں اضافہ فرمایا جائے تو فن میں اس کی گنجائش ہے۔ البتہ یہ شکایت بجا ہے کہ آج تک اس میں اضافے کی جو کوشش کی گئی ہے اُس کی بنیادیں از بس کمزور ہیں اور اسے اُصول کی حیثیت سے قبول کرنا سخت مشکل ہے اور اس میں تعمیر کے بجائے تخریب ہے۔ اللّٰھم ارنا الحق وارزقنا اتباعه وارنا الباطل وارزقنا اجتنابه وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی اٰلہ وصحبہ

سیر و سوانح

(قسط ۲)

پروفیسر مولانا محمد مبارک کراچی

مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ

یہاں تک ہم نے صرف دیوبندی حضرات کے متعلق مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ہم عام علماء احناف کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ سب سے اول علماء حجاز کے فتاوے نقل کئے جاتے ہیں۔

مکہ کے علماء کرام کا فتوےٰ

سوال آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ خدا آپ کے اقبال کو بلند کرے۔ کیا ملک ہندوستان میں جس کے حاکم عیسائی ہیں اور جو اسلام کے تمام احکام میں مداخلت نہیں کرتے، مثلاً روزانہ نماز، عیدین کی نماز وغیرہ وغیرہ۔ مگر اسلام کے بعض احکام کو چھوڑ دینے کو جائز سمجھتے ہیں مثلاً وہ اس شخص کو اپنے مسلمان آباؤ اجداد کا وارث قرار دیتے ہیں جو مرتد ہو گیا ہو اور عیسائی بن گیا ہو۔ دارالاسلام ہے یا نہیں۔ مندرجہ بالا سوال کا جواب دیں اور اللہ سے اس کا اجر پائیں۔

جواب ۱ الحمد للہ رب العالمین۔ ربّ زدنی علماً جب تک اسلام کے بعض مخصوص احکام جاری ہیں وہ دارالاسلام ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور بے عیب ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

(دستخط جمال ابن عبداللہ شیخ عمر الحنفی مکہ معظمہ کا موجودہ مفتی)۔

جواب ۲ (نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ وصحابہ وذریاتہ اجمعین اھدنا الصراط المستقیم) بل جب تک کہ اس میں اسلام کی بعض خصوصیات جاری ہیں، وہ دارالاسلام ہے۔

(دستخط احمد بن ذینی دحلان مکہ معظمہ کے شافعی مذہب کا مفتی)

جواب ۳ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو ایک ہے اور خدا میرے علم کو بڑھائے۔ یہ امروسکی شرح میں مرقوم ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بن جاتا جب وہ کافروں کے ہاتھ میں چلا جائے بلکہ اس وقت دارالحرب بنتا ہے جب اس میں اسلام کے تمام یا بہت سے احکام جاری نہ رہیں۔ (دستخط بقلم خود حسین بن ابراہیم مالکی مذہب کا مفتی مکہ معظمہ)[لہ]

شمالی ہند کے علماء کا فتوےٰ

استفتاء: مترجمہ سید امیر حسین پرسنل اسسٹنٹ کمشنر بھاگلپور

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ "ہندوستان میں جہاد جائز ہے؟" یہ ملک پہلے مسلمان بادشاہ کے ماتحت تھا اور اب عیسائی حکومت کے زیر اقتدار ہے۔ یہ عیسائی بادشاہ اپنی مسلمان رعایا کے مذہبی فرائض میں مداخلت نہیں کرتا۔ مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ، نماز جمعہ اور نماز باجماعت اور مسلمانوں کو ان فرائض کی

لہ ۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان ۔ اُردو طبع لاہور ص ۳۱۱ ۔ ۳۱۳

ادائیگی کی پوری پوری آزادی ہے۔ وہ مسلمانوں کو پناہ دیتا ہے، بعینہٖ جیسے کوئی مسلمان بادشاہ دے گا۔ یہاں مسلمان رعایا کے پاس نہ اپنے حاکموں کے ساتھ لڑنے کی طاقت ہے نہ اس کے پاس ہتھیار ہیں برخلاف اس کے اگر لڑائی شروع کر دی جائے تو شکست ناگزیر ہے جس سے اسلام کی عزت کو نقصان پہنچے گا۔"

فتویٰ بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی مطابق ۱۷ جولائی ۱۸۷۰ء اس جگہ مسلمان عیسائیوں کی امان میں ہیں اور اس ملک میں جہاد واجب نہیں جہاں اہلِ اسلام کو پناہ حاصل ہو جہاد کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کو پناہ اور آزادی حاصل نہ ہو۔ لیکن یہ حالت نہیں۔ مزید برآں یہ ضروری ہے کہ جہاد کیا جائے تو اس میں مسلمانوں کی فتح اور اسلام کی برتری کا قیاس غالب ہو۔ اگر اس قسم کے قیاس کا امکان نہ ہو تو جہاد ناجائز ہے۔

اس جگہ مولویوں نے ایک عربی متن درج کیا ہے جو منہاج الغفار اور فتاوی عالمگیری سے منقول ہے۔

مہریں

مولوی محمد علی لکھنوی۔ مولوی عبدالحی لکھنوی۔ مولوی فیض اللہ لکھنوی۔ مولوی محمد نعیم لکھنوی۔ مولوی رحمت اللہ لکھنوی۔ مولوی قطب الدین[۱] لکھنوی۔ مولوی مفتی سعد اللہ لکھنوی۔ مولوی لطف اللہ رامپوری۔ مولوی غلام علی رامپوری

محمڈن سوسائٹی کلکتہ کا فیصلہ

شمالی ہندوستان کے علماء کے فتویٰ کی مخالفت کرتے ہوئے یعنی یہ کہ "ہندوستان دارالاسلام ہے،" مولوی کرامت علی یوں رقمطراز ہیں :۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ملک میں جہاد جائز ہے یا نہیں۔ لیکن اس کو پہلے سوال کے ساتھ حل کر دیا گیا ہے کیونکہ دارالاسلام میں جہاد کی اجازت کسی حالت میں بھی نہیں۔ یہ امر اس قدر واضح ہے کہ اس کی حمایت کے لئے کوئی دلیل یا مثال پیش کرنا ضروری نہیں ہے۔ اب اگر کوئی گم کردہ راہ مجنون اپنی الٹی قسمت کی وجہ سے ملک ہندوستان کے انگریز حاکموں کے خلاف جنگ شروع کر دے تو اس قسم کی جنگ کو بغاوت تصور کیا جائے گا۔ اور بغاوت اسلامی فقہ میں سخت منع ہے۔ اس لئے یہ جنگ بھی ناجائز ہوگی۔ اگر کوئی شخص کسی حالت میں بھی ایسی جنگ کر دے گا تو مسلمان اپنے حاکموں کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں گے۔ اور ان کے ساتھ مل کر باغیوں سے جنگ کریں گے۔ مندرجہ بالا امر صاف طور پر فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہے۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان ص۱۴۱، ص۳۱۷ طبع لاہور)

علمائے دیوبند کے فتاوے

اب آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے متعلق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے ہیں :۔

"لیکن مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے "ہندوستان میں سودی لین دین" پر بصورت مکتوب جو ایک نہایت پُرمغز اور مبسوط رسالہ لکھا ہے اس میں متعدد روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

"باعتبار روایات منقولہ ہندوستان دارالاسلام است" (ان روایات کے پیشِ نظر ہندوستان دارالاسلام ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

اگرچہ اس معاملہ میں مولانا کو پورا اطمینان نہیں ہے۔ چنانچہ آخر رسالہ میں فرماتے ہیں :۔

"در دارالحرب بودنِ ہندوستان کلام چنانچہ از مطالعہ روایاتِ منقولہ دریافتہ باشی اگرچہ راجح نزد ہیچمدان ہمیں باشد کہ ہندوستان دارالحرب است"

[۱] مولوی قطب الدین لکھنوی نہیں دہلوی ہیں۔ فاضل مترجم نے یہاں سراسر بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اور چند مصلحتوں کی بناء پر یہ حرکت کی ہے۔ اس کی تصدیق کے لئے اصل کتاب دیکھی جا سکتی ہے۔ (از مترجم "ہمارے ہندوستانی مسلمان")

(باقی ص۱۶ پر)

تحقیق و تنقید

قسط ۲۷

مولانا صغیر احمد شاغف بہاری

محمدی صراطِ مستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مستقیم

صفحہ ۱۸۹-۱۹۰ میں مولانا لدھیانوی صاحب نے حنفیوں کے قنوت وتر میں معمول کے مطابق ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے اثبات میں عقلی تقریر فرمائی ہے، جس سے صاف معلوم ہوگیا ہے کہ موصوف کے پاس اپنے حنفی مسلک کے اثبات کے لئے دلیل کوئی نہیں ہے۔ ایک روایت البتہ پیش کی ہے جو اولاً تو سنداً ضعیف ہے۔ دوسرے وہ صحابی کا اثر ہے۔ حالانکہ ان کو ادلۂ اربعہ میں سے کوئی دلیل پیش کرنی چاہئے تھی۔ بہر حال ہم عرض کریں گے کہ اپنے مسلک پر نظرِ ثانی فرمائیے اور کتاب و سنت کی طرف لوٹ آئیے یہی مطلوب الٰہی ہے۔

وتر کی اس بحث کے آخر میں اب ہم حسب وعدہ ایک رکعت وتر کے اثبات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند فعلی و قولی حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

ایک رکعت وتر کا فعلی ثبوت

۱۔ عن ابن عباس أخبره ...... ثم صلّیٰ رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم أوتر الحدیث۔ یعنی "ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعتیں کرکے بارہ رکعتیں ادا کیں اور اس کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔" (بخاری ابواب الوتر)

۲۔ وعن عائشة أنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلّی باللیل إحدیٰ عشرة رکعة ویوتر منها بواحدة۔ الحدیث یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اس میں ایک ہی رکعت وتر پڑھتے تھے۔" (مسلم "باب الصلوٰۃ اللیل الخ")

۳۔ عن انس بن سیرین قال سألتُ ابن عمر فقلتُ أطیل فی رکعتی الفجر فقال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلّی من اللیل مثنیٰ مثنیٰ ویوتر برکعة۔ الحدیث یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز یعنی تہجد دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔" (ترمذی باب ماجاء فی الوتر برکعة)

۴۔ عن زید بن خالد الجهنی ... فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلّی رکعتین طویلتین ...... ثمّ أوتر فتلك ثلاث عشرة رکعة۔ یعنی "زید بن خالد جہنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعتیں لمبی لمبی کرکے بارہ رکعتیں ادا کیں پھر ایک رکعت وتر پڑھی۔ یہ کل تیرہ رکعتیں ہوئیں۔" (زرقانی ج ۱ ص ۲۵۲)

۵۔ وعن جابر بن عبد الله أنّ النبی صلّی الله علیه وسلم أوتر بواحدة۔ رواه البزار وفیه شرحبیل ابن سعد وثقه ابن حبان وضعفه جماعة۔ یعنی "جابر بن عبد اللہ

روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی۔" روایت کیا اس کو بزار نے اور اس میں ایک راوی شرحبیل بن سعد ہے جس کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور دوسرے ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۳) یہ راوی متکلم فیہ ہے ابن حبان نے اگرچہ توثیق کی ہے لیکن ایک جماعت نے اس کی تضعیف بھی کی ہے۔ ہم نے اس روایت کو دو وجہ سے یہاں ذکر کیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ کہ ابن حبان کی توثیق کے ساتھ ابن حجر نے بھی اسے صدوق قرار دیا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس روایت کو ہم نے شواہد میں پیش کیا ہے۔

قولی روایتیں ایک رکعت وتر کی

۱۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَاۃُ اللَّیلِ مَثنیٰ مَثنیٰ فَاِذَا اَرَدتَ اَن تَنصَرِفَ فَارکَع رکعۃ تُوتِرُ لَکَ مَا صَلَّیتَ (رواہ البخاری فی ابواب الوتر) یعنی "ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نمازیں دو دو رکعت ہیں۔ پھر جب تو نماز سے فارغ ہونا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے وہ تیری ساری نمازوں کو طاق کر دے گی۔"

۲۔ وعن أبی مجلز قال سألتُ ابنَ عباسٍ عن الوتر فقال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول رکعۃ من آخر اللیل۔ رواہ الطیالسی فی مسندہ (منحۃ المعبود ج ۱ ص ۱۱۹) یعنی "ابو مجلز تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے وتر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وتر آخر رات میں ایک ہی رکعت ہے۔" اور امام مسلمؒ نے اس روایت کو ابن عمر سے بھی روایت کی ہے۔

۳۔ وعن أبی أیوب الانصاری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوترُ حقٌّ ...... وَمَن شَاءَ فَلیُوتِر بِوَاحِدَۃٍ۔ رواہ الدارقطنی والدارمی وغیرھما۔ یعنی ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وتر حق ہے ..... اور جو چاہے ایک ہی رکعت پڑھے"

اس روایت پر بعض حضرات نے کچھ کلام کیا ہے اس پر پوری بحث چند صفحے پہلے گذر چکی ہے۔ لیکن شواہد میں اسے پیش کرنا عند المحدثین جائز ہے۔

۴۔ وعن أبی امامۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... قلتُ یا رسول اللہ بکم أُوتر قال بواحدۃ۔ الحدیث رواہ الدارقطنی۔ یعنی "ابو امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں کتنی رکعت وتر پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ ایک رکعت۔"

۵۔ وعن ابن عمر قال: جَاءَ رَجُلٌ الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہُ عن الوتر ..... فاذا کان من آخر اللیل فَاَوتِر برکعۃ الحدیث رواہ ابو عوانۃ فی مسندہ ج ۲ ص ۳۳۲) یعنی "ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس نے وتر کے متعلق سوال کیا تو فرمایا۔ جب رات کا آخری حصہ ہو جائے تو ایک رکعت پڑھ لے۔"

یہ کل پانچ روایتیں قولی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی میں کچھ کلام ہے تو کچھ مضر نہیں کیونکہ یشدُّ بعضہ بعضاً۔ انشاء اللہ۔

میرا خیال تھا کہ پانچ آثار صحابہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ نقل کر دوں لیکن طوالت کی وجہ سے چھوڑتا ہوں صحابہ وتابعین کے آثار کے لئے قیام اللیل، المصنف

لابن ابی شیبۃ والمصنف لعبد الرزاق وغیرہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اب میں کچھ اسمائے صحابہ و تابعین یہاں نقل کرتا ہوں جن سے بصراحت ایک رکعت وتر عملاً و قولاً و روایۃً ثابت ہے۔ یہ فہرست ہم نے مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کی کتاب الدلیل الواضح سے نقل کی ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رض — ۲۔ حضرت عمر رض
۳۔ حضرت عثمان رض — ۴۔ حضرت علی رض
۵۔ حضرت ابن عمر رض — ۶۔ حضرت ابی بن کعب رض
۷۔ حضرت زید بن ثابت رض — ۸۔ حضرت معاذ بن جبل رض
۹۔ حضرت معاویہ رض — ۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رض
۱۱۔ حضرت ابن عباس رض — ۱۲۔ حضرت فضل بن عباس رض
۱۳۔ حضرت ابوالدرداء رض — ۱۴۔ حضرت معاذ انصاری رض
۱۵۔ حضرت فضالہ بن عبید رض — ۱۶۔ حضرت حذیفہ رض
۱۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض — ۱۸۔ حضرت عقبہ بن الولید رض
۱۹۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رض — ۲۰۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض
۲۱۔ حضرت ابوامامہ رض — ۲۲۔ حضرت ابوہریرہ رض
۲۳۔ حضرت تمیم داری رض — ۲۴۔ حضرت ابوایوب انصاری رض
۲۵۔ حضرت اسامہ رض — ۲۶۔ حضرت سائب[1] بن یزید رض
۲۷۔ حضرت عائشہ رض

تابعین۔ محدثین۔ ائمہ مجتہدین

۱۔ حضرت نافع رح — ۲۔ حضرت سالم بن عبداللہ رح
۳۔ حضرت محمد بن شرحبیل رح — ۴۔ حضرت مطلب بن عبداللہ رح
۵۔ حضرت حنش رح — ۶۔ حضرت عروۃ بن زبیر رح
۷۔ حضرت مالک بن دینار رح — ۸۔ حضرت عبداللہ بن العلاء رح
۹۔ حضرت جابر بن زید رح — ۱۰۔ حضرت ابن اسحاق رح
۱۱۔ حضرت ابوعمر رح — ۱۲۔ حضرت ابن ابی ملیکہ رح
۱۳۔ حضرت ابومجلز رح — ۱۴۔ حضرت امام زہری رح
۱۵۔ حضرت عقبہ بن عبدالغافر — ۱۶۔ حضرت ابن جریج رح
۱۷۔ حضرت عطا بن ابی رباح رح — ۱۸۔ حضرت عبداللہ العتکی رح
۱۹۔ حضرت سعید بن جبیر رح — ۲۰۔ حضرت محمد بن سیرین رح
۲۱۔ حضرت ابن عون رح — ۲۲۔ حضرت ولید بن مسلم رح
۲۳۔ حضرت جریر بن ابی حازم رح — ۲۴۔ حضرت سعید بن المسیب
۲۵۔ حضرت اوزاعی رح — ۲۶۔ حضرت عقیل رح
۲۷۔ حضرت ابوداؤد رح — ۲۸۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح
۲۹۔ حضرت امام شافعی رح — ۳۰۔ حضرت امام مالک رح
۳۱۔ اسحاق بن راہویہ رح — ۳۲۔ حضرت سفیان ثوری رح
۳۳۔ حضرت عبداللہ بن عیاش رح — ۳۴۔ حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس
۳۵۔ حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن رح — ۳۶۔ حضرت ابوثور رح
۳۷۔ حضرت ابن حزم رح — ۳۸۔ حضرت مکحول رح
۳۹۔ حضرت عمرو بن میمون رح — ۴۰۔ حضرت داؤد ظاہری رح

(طرح التثریب للعراقی ج ۲ ص ۷۶، ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۴۲۔ مرعاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۳۰۱، تعلیق الممجد ص ۱۴۴، عون المعبود ج ۱ ص ۵۳۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۲۔ مختصر قیام اللیل ص ۳۰۵-۳۰۶، اتحاف سادۃ المتقین ج ۳ ص ۳۵۷۔ المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۲۳ (الدلیل الواضح ص ۵۲-۵۴)

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان سے کبھی تین اور کبھی اس سے زیادہ کی بھی روایتیں کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ جن سے بعض مقلدین کو دھوکا ہو جاتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ صحابہ۔ تابعین ائمہ مجتہدین میں سے جن جن کو سنت نبوی کا علم ہوا ہو گا جن کی صحیح تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے، ان سب نے حسب موقع ایک سے تیرہ رکعات تک اور جن جن مختلف طریقوں سے شب کی نماز نبوی کا ذکر احادیث میں وارد ہے ان تمام طریقوں پر عمل کیا ہو گا۔ اور یہی اصل اتباع ہے۔ لہٰذا جنہوں نے تین یا

[1] سائب بن یزید صحابی کما فی الاصابۃ۔ الخ

پانچ یا سات وغیرہ حسب موقع پڑھیں تو اس سے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ایک کے قائل ہیں۔ بندۂ خدا وتر تو ایک ہی ہے اور وہ سب کو معلوم اس سے قبل کسی نے حسب موقع کچھ نفلوں کو ضم کر دیا تو اس سے ایک وتر کا حکم کیسے اٹھ گیا؟ "یا معلم ابراھیم علمنا و یا مفھم سلیمان فھمنا"

حرفِ آخر

وتر کا بیان چونکہ بہت طویل تھا اس لئے اس کے جواب کے صفحات بھی زیادہ ہو گئے اور مزید طوالت کا خوف ہے۔ اس لئے عمداً چند معتقدین علماء احناف کا اقرار بھی نقل کرتا ہوں۔

۱۔ علامہ عبید اللہ دیوبندی التعلیق علی المسوّٰی ص۶۶ علامہ عبدالحی حنفی تعلیق الممجد ص۱۱۷ و ص۱۲ و ص۱۴۳ و ص۱۴۷ وغیرہ صفحات پر ایک رکعت وتر کو سنتِ نبوی سے ثابت تسلیم کیا ہے۔ اگر کسی کو تعصب نے حق سے انکار پر ہی پر مجبور کر رکھا ہو تو پھر اس کے لئے سارے دفاتر احادیث بھی بے کار ہیں لیکن اللہ نے جنہیں ہدایت کے لئے یومِ آفرینش ہی کو منتخب کر لیا تھا۔ ان کے لئے اوپر مذکورہ احادیث فعلیہ و قولیہ کافی ہیں۔ اس کے لئے کسی خارجی شہادت و دلائل کی حاجت نہیں۔ اللھم اھد قومی و وحد صفوفھم واجمعھم علی سنۃ نبیھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین (باقی)

بقیہ: مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی

"ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں گفتگو گزشتہ روایات منقولہ سے تم کو معلوم ہو چکی ہو گی۔ اگرچہ اس ہیچمدان کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے" لیکن چونکہ رسالہ کا اصل موضوع بحث دار الحرب میں "سودی لین دین" ہے۔ اس بنا پر مولانا نے اس پر سیر حاصل بحث کے ضمن میں ایک بڑی دلچسپ بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ "اول تو ہندوستان دار الحرب نہیں دار الاسلام ہے لیکن اگر دار الحرب ہے بھی تو مسلمان کے لئے حسب روایات فقہیہ یہ کہاں جائز ہے کہ وہ دار الحرب میں قیام کر کے سود کھاتا رہے بلکہ حکم یہ ہے کہ سُود دار الحرب میں لے اور رہے بستے دار الاسلام میں جو لوگ ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر اس میں سودی لین دین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مولانا نانوتوی ان پر ایک نہایت لطیف قسم کا طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ بڑے عجیب و غریب قسم کے لوگ ہیں جب ہم کہتے ہیں کہ اچھا! اگر ہندوستان دار الحرب ہے تو تمہیں ہجرت کرنی چاہئے۔ اس پر وہ کہتے ہیں کہ یہ دار الاسلام ہے مگر جب ہم کہتے ہیں کہ یہاں سودی کاروبار جائز نہیں تو جھٹ بول اٹھتے ہیں کہ یہ دار الحرب ہے، گویا چت بھی ان کی اور پٹ بھی ان کی ہجرت سے بچنے کے لئے اس ملک کو دار الاسلام کہہ دیا اور سود کھانے کے لئے اسے دار الحرب قرار دے دیا سبحان اللہ"[1]۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ "اگرچہ راجح نزد ہیچمدان ہمیں باشد کہ ہندوستان دار الحرب است۔ (اگرچہ اس ہیچمدان کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے) تو ایسی حالت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کیوں نہ کی جیسا کہ وہ دوسروں سے مطالبہ کر رہے تھے اس کا یہ مطلب کیوں نہ اخذ کیا جائے کہ موصوف نے تحریر میں تو دار الحرب لکھا ہے لیکن حقیقت میں ہندوستان دار الحرب نہیں تھا اسی لئے یہاں سے ہجرت نہیں کی (باقی)

[1] نفثۃ المصدور در ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۴۳-۴۴ طبع انڈیا۔

محمد اسلم رانا - مرکزِ تحقیق مسیحیت - لاہور

مصائبِ صحابہؓ کی ایک الہامی پیشگوئی

الہامی مذاہب میں توحید کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ اسلامی عقائد میں بھی توحید اہم ترین مقام پر فائز ہے۔ قرآن پاک میں سب سے زیادہ زور توحید پر ہی دیا گیا ہے اور جا بجا اس کی اہمیت، افادیت اور اثبات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ جب مشرکینِ مکہ کو توحید پیش کی گئی اور ان کے معبودوں کی بے بسی اور کمزوریاں بیان کی گئیں تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے لگے۔ غلام، کمزور اور بے نوا قسم کے صحابہؓ پر تو مظالم کی حد ہو گئی۔ بے رحمانہ مارپیٹ تو ایک معمول تھا۔ تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں پر لٹانے سے لے کر ہجرت اور شہادت تک ـــــ صحابہ کرامؓ نے ہر تکلیف سہی لیکن دامنِ توحید ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ خدائے واحد پر ایمان لا کر لاکھوں دکھ اور مصائب جھیلتے رہے، پر "خدا ایک ہے، خدا ایک ہے" کے رُوح افزا نعرے لگانے سے نہ ٹلے۔ اللہ کریم کو اپنے لئے اور اپنے نام پر صحابہؓ کا دکھوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اس قدر پسند تھا کہ اس کا تذکرہ کتبِ سابقہ میں بھی کیا گیا تھا۔ ہم مسیحی کتبِ مقدسہ کے مجموعہ بائبل میں کتاب زبور کی ایک پیشگوئی کا مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ خدا تعالیٰ کو خطاب کر کے لکھا ہے:

"ہم تو دن بھر تیری ہی خاطر جان سے مارے جاتے ہیں اور گویا ذبح کرنے والی بھیڑیں سمجھے جاتے ہیں" (زبور ۴۴ درس ۲۲)

زبور یہودیوں کی بھی ایک مقدس کتاب ہے۔ اس میں اس قوم کے دکھوں کے بہتیرے رونے روئے گئے ہیں لیکن جاننا چاہیے کہ مذکورہ اقتباس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ ہی کا ذکرِ خیر ہے۔ یہاں اشارہ یہودیوں کی طرف ہرگز نہیں ہے۔ یہودیوں نے مصریوں کی غلامی میں بہت مصائب اٹھائے تھے لیکن اس کی وجہ یہودیوں کی خدا پرستی نہیں تھی جیسا کہ کتاب خروج کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے مرقوم ہے:-

"تب مصر میں ایک نیا بادشاہ ہوا جو یوسفؑ کو نہیں جانتا تھا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ دیکھو اسرائیلی ہم سے زیادہ اور قوی ہو گئے ہیں۔ سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت سے پیش آئیں تا نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہو جائیں اور اس وقت جنگ چھڑ جائے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل کر ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں۔ اس لئے انہوں نے ان پر بیگار لینے والے مقرر کئے جو ان سے سخت کام لیکر ان کو ستائیں۔ سو انہوں نے فرعون کے لیے ذخیرہ کے شہر پتوم اور رعمسیس بنائے۔ انہوں نے جتنا ان کو ستایا وہ اتنا ہی زیادہ بڑھتے پھیلتے گئے۔ اس لئے وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرف سے فکرمند ہو گئے۔ اور مصریوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کر کر کے ان سے کام کرایا۔ اور انہوں نے ان سے سخت محنت سے گارا اور اینٹ بنوا بنوا کر اور کھیت میں ہر قسم کی خدمت لے لیکر ان کی زندگی تلخ کی۔ ان کی سب خدمتیں جو وہ ان سے کراتے تھے تشدد کی تھیں" (بائبل کتاب خروج باب اول درس ۸ تا ۱۴)

یہودیوں کے مصائب و آلام ختم نہیں ہو گئے۔ تاریخ کے تمام ادوار میں یہودیوں کی بری طرح گت بنتی رہی ہے جس کی وجوہات دیگر تھیں۔ خدا کو ماننے کی وجہ سے یہ لوگ کبھی بھی نہیں ستائے گئے۔ ہم اس ضمن میں یہودیوں کی احادیث و روایات کی کتاب "طالمود" سے استفادہ کریں گے۔ ۵۸۶ قبل مسیح میں ملک بابل کے بادشاہ بنوکدنضر (بخت نصر) نے یہودی سلطنت یہودیہ کے پایۂ تخت یروشلم پر قبضہ کر کے یہودیوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا۔ ان کا مقدس معبد لوٹ کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ بادشاہ

واپسی پر بچے کھچے یہودیوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ راستہ میں یہودیوں کے نبی یرمیاہ نے بادشاہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا!

"یہ مت سمجھنا کہ تم اپنے زور بازو سے خدا کے چنے ہوئے لوگوں پر غالب آگئے ہو۔ یہ ان کی بداعمالیاں ہیں جنہوں نے انہیں اس مصیبت میں پھنسایا ہے"

بابل پہنچ کر بادشاہ نے اسیروں سے کہا:

"لوگو گاؤ —— میرے لئے بجاؤ جو گیت تم اپنے خدا کی شان میں یروشلیم میں گایا کرتے تھے میرے لئے گاؤ"

اس حکم کے جواب میں یہودیوں نے اپنے آلاتِ موسیقی دریا کے کنارے بید کے درختوں کے ساتھ لٹکا دیئے جیسا کہ لکھا ہے!

"وہاں بید کے درختوں پر ان کے وسط میں ہم نے اپنی ستاروں کو ٹانگ دیا" (زبور ۱۳۷ درس ۲)

پھر کہا "اگر ہم خدا کی مرضی پر چلے ہوتے اور تن دہی سے اس کی تعریفیں گائی ہوتیں تو ہم تیرے حوالے نہ کئے جاتے۔ (تالمود ترجمہ پروفیسر ایچ پولانو ۱۸۷۶ء : صـ ۳۳۳)

یعنی یہودی خدا پرستی کی وجہ سے نہیں بلکہ خداوند کریم کی نافرمانیوں کی پاداش میں حق تعالیٰ کی طرف سے غیر اقوام کے ہاتھوں ذلیل و خوار کرائے جاتے رہے ہیں۔

دوسری ممکنہ قوم مسیحی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ مسیحیت کے ابتدائی دور میں یہودیوں کی طرح مسیحیوں کی ایذا رسانیوں کی وجہ بھی ان کی خدا پرستی نہیں تھی۔ مسیحیوں کے اصلی دشمن تو یہودی ہی تھے۔ مسیحی عقائد کے مطابق یہودیوں نے ہی مسیح کو صلیب پر لٹکایا تھا۔ بعد ازاں مسیحیوں کو ستانے والے بھی وہی تھے۔ مسیح کے اولین پیروکار بھی انہیں میں سے تھے۔ مسیحی مبلغین یہودی اجتماعات ہی کو خطاب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ رومی حکومت مسیحیوں سے کچھ تعرض نہیں کرتی تھی۔ آہستہ آہستہ جب مسیحیت یہودیت سے علیحدہ مذہب بن کر ابھرا تو صورتِ حال نازک ہو گئی۔ تاریخ کلیسیا کے مشہور امریکی محقق پروفیسر جارج پارک فشر ڈی ڈی ایل ایل ڈی لکھتے ہیں:-

"پھر عبادت کے قومی نظام میں مسیحیت کا کوئی مقام نہ رہا۔ اب یہ ایک غیر قانونی مذہب تھا۔ علاوہ ازیں تبدیلیٔ مذہب، بھائی چارے کی تنظیمیں اور بلا اجازت اجتماعات رومی قانون کے تحت خاص جرائم تھے۔ عام لوگ اس لیے سخت دشمن تھے کہ وہ پرانے دیوتاؤں پر توہماتی اعتقاد رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر ہم اپنی قربان گاہیں چھوڑ دیں گے تو ہمارے دیوتا بہت ناراض ہوں گے اور قحط اور وبا ایسی مصیبتیں ہمیں آلیں گی۔ وہ مسیحیوں کے طور طریقوں سے بھی نفرت کرتے تھے۔ ملازمتوں اور بت پرستانہ عبادات اور بداخلاقی کے کاموں سے مسیحیوں کے دور رہنے سے ان پر غیر سماجی ہونے کا الزام لگتا تھا۔ ان کی عبادت میں بتوں کی عدم موجودگی انہیں دہریت کے ملزم ٹھہراتی تھی۔ مسیحیوں کی جنگ مقدس اگرچہ پرامن تھی۔ دنیاوی روح کے خلاف ضرور تھی۔ ان کا سختی سے توبہ اور نئی زندگی حاصل کرنے کا مطالبہ بھی زہر بھری مخالفت ابھارے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جہاں تک رومی حکمرانوں کے کلیسیا (مسیح امت مسلم) پر مظالم کا تعلق ہے اس کی بنیاد مذہبی جذبہ یا ناروا داری نہیں تھی۔ پہلی صدی میں نیرو اور ڈومی شن کے مظالم کی بنیاد ذاتی بغض یا خود غرضانہ مفاد تھا۔ بعد میں بڑی وجہ سیاسی تھی۔ ایک ایسے مذہب کو دبانا جو خلافِ قانون اور گوناگوں اثرات کا حامل تھا (ہسٹری آف دی کرسچین چرچ از پروفیسر جارج پارک فشر ڈی ڈی۔ ایل ایل ڈی: ۱۸۸۸ء صـ ۳۱)

پس یہ حقیقت اظہر من الشمس ٹھہری کہ زبور کے زیر بحث درس میں یہود کا نہیں بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے خلفائے پاک کے لئے ستائے جانے ہی کا ذکر خیر ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اطلاعات و اعلانات

تبلیغی جلسے

(۱) انجمن اہل حدیث خانپور ضلع رحیم یار خان کی آٹھویں سالانہ سیرت کانفرنس ۶ تا ۸ اپریل ۱۹۸۴ء (جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار)

(۲) جامعہ دار السلام محمدیہ فاروق آباد (چوہڑ کانہ) ضلع شیخوپورہ کا سالانہ جلسہ ۲۹-۳۰ مارچ ۱۹۸۴ء (جمعرات جمعہ)

(۳) جامع مسجد اہلحدیث دیونہ ضلع گجرات ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء (ہفتہ)

(۴) جامع مسجد اہل حدیث ماڑی ٹھاکراں ضلع گوجرانوالہ ۱۳ فروری ۱۹۸۴ء (سوموار)

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی سرگرمیاں

جامعہ تعلیم الاسلام ملک اور جماعت کا عظیم دینی اور تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کے مہتمم مولانا عبد القادر ندوی نہایت توجہ، محنت اور لگن کے ساتھ طلبہ کی تعلیم اور اساتذہ کرام کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ ناظم جامعہ مولانا قاضی محمد اسلم سیف جامعہ کے خارجی معاملات اور فراہمیٔ زر کی مہم کو نہایت احسن طریق پر چلا رہے ہیں۔ تعلیمی مصروفیات کے علاوہ ملکی حالات پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔ حال ہی میں ناظم اور مہتمم کی طرف سے ایک اخباری بیان میں حکومت کی اس تجویز کی شدید مخالفت کی گئی کہ شناختی کارڈوں پر خواتین کی تصاویر چسپاں کی جائیں کیونکہ یہ بات مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔ نیز مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ملک دشمن سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ کیونکہ یہ غیر مسلم اقلیت خود کو مسلمان کہہ کر ملکی قوانین کا مذاق اڑا رہی ہے۔ مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی کا مسئلہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر کو گرفتار کئے بغیر حل نہیں ہو سکے گا۔ ان کے لئے حکومت کو نرم پالیسی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ جامعہ ہذا سال کے مختلف اوقات میں کئی وفود تبلیغ کے لئے بھی روانہ کرتا ہے جو ضلع بھر کے مختلف دیہات میں بہت اچھے اثرات چھوڑ کر آتے ہیں (ناظم نشر و اشاعت)

"اخبار البنات"

۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا عبد الغفار حسن نے مدرسہ سلفیہ للبنات فیصل آباد کی طالبات و اساتذہ کے اجتماعات سے اسلام میں عورت کے مقام اور حقوق و فرائض کے موضوعات پر ہر بدھ کو ڈیڑھ بجے مدرسہ سلفیہ للبنات کی عمارت میں

وفاق المدارس السلفیہ اہلحدیث کا ترمیمی نصاب حسب ذیل ہے

نمبر شمار	پرچہ	تفصیل نصاب	مجموعی نمبر
۱	تفسیر و اصول تفسیر	تفسیر بیضاوی پہلے ڈھائی پارے : ۷۵ نمبر ● اصول تفسیر (الفوز الکبیر) ۲۵ نمبر	۱۰۰
۲	حدیث و اصول حدیث	صحیح بخاری مکمل کتاب : ۷۵ نمبر ● اصول حدیث (شرح نخبۃ الفکر) ۲۵ نمبر	۱۰۰
۳	فقہ و اصول فقہ	بدایۃ المجتہد جلد ۲ یا ہدایہ اولین ۷۵ نمبر ● اصول فقہ (اصول شاشی) ۲۵ نمبر	۱۰۰
۴	عقائد	شرح عقیدۃ الطحاویۃ از بحث معراج تا آخر کتاب	۱۰۰
۵	حکم التشریع الاسلامی	حجۃ اللہ البالغہ از ابتدا المبحث السابع تا آخر جلد اول	۱۰۰
۶	الانشاء والترجمہ	معیار ایم۔اے۔ عربی (پنجاب)	۱۰۰

(محمد حسین سعید) ناظم وفاق المدارس السلفیہ (اہل حدیث) پاکستان ۱۰۶۔ راوی روڈ ● لاہور

خطاب فرمایا کریں گے۔

۲۔ خواتین میں کتاب و سنت کا شعور بیدار کرنے اور پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کے قیام کے لئے خواتین کی ایک ملک گیر تنظیم جمعیت مسلمات پاکستان قائم کی گئی ہے۔ اور متفقہ طور پر بیگم امۃ الرشید کو صدر اور بیگم کوثر امین کو معتمد عام منتخب کیا گیا ہے۔ نو منتخب صدر نے اس عزم کا اظہار کیا کہ جمعیت پاکستان میں ایسے لادین عناصر کی بیخ کنی کرے گی جو خواتین میں سرگرم عمل ہیں اور انہیں اسلامی احکامات کے خلاف سڑکوں پر لے آتے ہیں (عبدالولی زاہد۔ نگران شعبہ نشر و اشاعت مدرسہ سلفیہ للبنات۔ فیصل آباد)

تعمیر مسجد میں تعاون کی اپیل

ڈھابان خورد چک ۱۳ ضلع شیخوپورہ میں جہاں اہل حدیث کی مسجد زیر تعمیر ہے۔ چھت کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ صحن کے فرش چار دیواری کے لئے اینٹیں سیمنٹ درکار ہے۔ مخیر حضرات دل کھول کر تعاون فرمائیں (چوہدری برکت علی ککل ڈھابان خورد چک ۱۳ ضلع شیخوپورہ)

انتخاب جمعیت طلبہ اہلحدیث کوٹ جہانگیر

(۱) صدر: محمد طاہر جاوید جہانگیری (۲) نائب صدر، محمد حنیف منور (۳) جنرل سیکرٹری۔ محمد نواز شاہد (۴) جوائنٹ سیکرٹری فضل باری حسرت (۵) ناظم مالیات۔ محمد نواز (۶) نائب ناظم مالیات طارق محمود بھٹی (۷) ناظم نشر و اشاعت۔ ثناء اللہ طبی (سیکرٹری نشر و اشاعت جمعیت طلبہ اہلحدیث کوٹ جہانگیر ضلع گوجرانوالہ)

انتخاب جمعیت شبان اہلحدیث فاروق آباد

صدر: ملک محمد امین اظہر: نائب صدر اول: جناب ملک محمد ایوب صاحب نائب صدر دوم: صوفی محمد اسماعیل صاحب۔ جنرل سیکرٹری ملک مقصود احمد صاحب۔ انچارج لائبریری، حافظ محمود احمد غزنوی۔ (ملک محمد امین اظہر ناظم نشر و اشاعت جمعیۃ شبان اہلحدیث فاروق آباد)

مرکزی انجمن اہلحدیث کراچی کا سالانہ انتخاب

امیر: ڈاکٹر عبدالجبار صاحب۔ نائب امیر: مولانا عبدالستار صاحب تالیاں والے: ناظم اعلیٰ: محمد سرور گوہر صاحب نائب ناظم۔ مولانا محمد ارشد زاہد صاحب وزیر آبادی۔ ناظم نشر و اشاعت: جناب محمد انس صاحب: نائب ناظم نشر و اشاعت: جناب ارشاد سلفی صاحب۔ ناظم مالیات: جناب جاوید اقبال صاحب نائب ناظم مالیات۔ جناب محمد حسین لکھوی (محمد ارشد زاہد وزیر آبادی انجمن اہل حدیث مجاہد کالونی۔ کراچی)

خطیب کے ضرورتمند متوجہ ہوں

اگر کسی اہل حدیث مسجد میں صرف خطبہ جمعہ کے لئے بلا معاوضہ خطیب کی ضرورت ہو تو پتہ ذیل پر رابطہ پیدا کریں۔ اور گوجرانوالہ اور گردونواح کے حضرات رجوع فرمائیں (معرفت شیخ عبدالستار سیمنٹ ڈیلر چوک بھونڈانوالہ دینا نگر روڈ۔ گوجرانوالہ)

خادم مسجد کی ضرورت

جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث اڈہ للیانی قصور شہر میں خادم کی اشد ضرورت ہے۔ پتہ ذیل پر فوراً رابطہ قائم کریں (قاری محمد قائم الدین جامعہ مسجد فریدیہ اہلحدیث اڈا للیانی۔ قصور)

حافظ عبدالجبار کہاں ہیں

حافظ عبدالجبار ولد مولوی محمد اسماعیل رنگ گندمی دراز قد، عمر تقریباً ۱۸ سال تین ماہ ہوئے گھر سے فرار ہے۔ جس کسی کو اس کے متعلق علم ہو درج ذیل پتہ پر اطلاع کریں یا خود پڑھے تو جلدی گھر واپس آجائے۔ والدین اور بھائی بہنیں سخت پریشان ہیں (محمد یوسف فاضل عربی مدرس دارالحدیث اوکاڑہ)

لاجواب۔ جواب

مولانا سرفراز خان دیوبندی نعمانی کے مترجم "رسالہ تراویح۔ ینابیع" کا لاجواب۔ جواب صرف اہلحدیث حضرات۔ ۲/ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں مقامی جمعیتوں کے ارکان اپنے ضلعی امیر کی تصدیق سے ۵/۰۰ روپے کے ۱۰ منگوا سکتے ہیں۔ (مکتب خانہ دراسیۃ ۲۲۲۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ)

علومِ حدیث کے نادر جواہر پارے

۱۔ **اللمحات** :۔ دیوبند میں صحیح بخاری کی شرح بنام "انوار الباری" شائع ہو رہی ہے جس کی متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی دو جلدیں بطور مقدمہ ہیں۔ انوار الباری کے لکھے جانے کا اصل مقصد، بعد از کتاب اللہ صحیح ترین کتاب صحیح بخاری شریف اور اس کے عظیم المرتبت مصنف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و محدثین کرام اور مذہب اہل حدیث کی تغلیط اور اُن کی تردید ہے۔

- کتاب "اللمحات" انوار الباری کے مقدمے کی تاریکیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔
- حق فہمی، حق پسندی اور حق پرستی کا جذبہ رکھنے والے اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ "اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات" کا مطالعہ کریں اور اپنے علم میں گوناں گوں معلومات کا اضافہ کریں۔

کتاب اردو میں ہے، بہترین کاغذ، عمدہ جلد اور فوٹو آفسٹ پر طبع ہوئی ہے۔ بڑا سائز صفحات پانچ صد سے زائد قیمت/۱۰۰ روپے

۲۔ ائمہ اصحاب ستہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے اپنی کتب میں احادیث کو کیوں روایت نہیں کیا۔

اس کی صحیح حقیقت معلوم کرنے کے لئے، امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین کتاب "مسئلۃ الاحتجاج بالشافعی" کا مطالعہ کیجئے۔ کتاب عربی زبان میں ہے۔ قیمت -/۴۰ روپے

۳۔ عِلَل الحدیث للامام ابن ابی حاتم رازی" (عربی)
مکمل سیٹ دو جلد۔ فوٹو آفسٹ کی بہترین طباعت، ڈائی دار جلد } قیمت -/۲۰۰ روپے

۴۔ الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری"
فوٹو آفسٹ کی عمدہ طباعت اور بہترین جلد (بزبان عربی) } قیمت -/۱۲۰ "

۵۔ ذیل اللآلی المصنوعۃ والتعقبات علی الموضوعات
للامام الحافظ السیوطیؒ (عربی) } مجلد -/۱۰۰ "

ملنے کا پتہ : **المکتبۃ الاثریہ : جامع اہل حدیث باغوالی**
سانگلہ ہل ۔ ضلع شیخوپورہ

المجلس العلمی السلفی لاہور کی علمی و تحقیقی پیش کش

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ

• مؤلفہ: مولانا ابو سعید احمد حسن محدث دہلوی مصنف "احسن التفاسیر" و مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی مرحوم

• تحقیق و اضافے:- مولانا محمد عطاء اللہ حنیف دامت برکاتہم

• اہل علم و تحقیق یہ خبر سن کر یقیناً خوش ہونگے کہ ادارہ دار الدعوۃ السلفیہ کے شعبہ تالیف و تصنیف "المجلس العلمی السلفی" کی سعی و کاوش سے "تنقیح الرواۃ" کی تیسری جلد چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے اور چوتھی (یعنی آخری جلد) کے مسودے کی تکمیل و تہذیب کا کام بعون اللہ و توفیقہ جاری ہے۔

• تیسری جلد ابتدائی دو جلدوں کے ساتھ دستیاب ہے • قیمت [illegible] حصص ۴۰ روپے • صرف تیسرے حصے کی قیمت ۲۰ روپے
• تاجروں کے لئے ۲۵ فیصد خصوصی رعایت

• ۱- دار الدعوۃ السلفیہ (دفتر الاعتصام) شیش محل روڈ۔ لاہور [illegible]
• ۲- المکتبۃ السلفیہ ـــــــ شیش محل روڈ۔ لاہور ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرکزی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی کے

زیر اہتمام

گلشنِ اقبال میں گلشنِ محمدی جہاں عظیم درس گاہ "جامعہ ستاریہ اسلامیہ" اور "جامع مسجد امام ابن تیمیہ" کی تعمیرات اپنے مراحل طے کر رہی ہیں،

جامعہ ستاریہ اسلامیہ کیا ہے؟

- ایک مثالی درس گاہ جس کی دیدہ زیب عمارت گلشنِ اقبال میں ۱۶ ہزار مربع گز قطعہ اراضی پر زیر تعمیر ہے۔
- جہاں ایک دلآویز گلشنِ محمدی کی داغ بیل امام کعبہ کے دستِ مبارک سے ڈالی گئی ہے۔
- جہاں طرزِ جدید کی شاندار جامع مسجد کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔
- ایسی جامعہ جس سے حریم دل میں ایمان و یقین کی شمع روشن کی جائے گی۔
- ایسا دبستانِ علم و معرفت جہاں سدا توحید کا علم بلند رہے گا اور اتباعِ رسول ﷺ کی دعوت دی جائے گی۔ انشاء اللہ
- ایک ایسا ادارہ جس کا حساب آمد و خرچ آئینہ کی طرح صاف اور کھلی کتاب کی مانند ہے اور حکومت کے منظور شدہ آڈیٹر کا مصدقہ ہے
- ایک ایسی درس گاہ جو مستند اور متبع سنت معروف علماء کرام اور اساتذہ سے مزین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ،

اس عظیم الشان دینی منصوبے کی تکمیل اہلِ ثروت اور مخیر حضرات کی اعانت اور مخلصانہ التفات کی منتظر ہے خصوصاً مسجد کے اندرونی فرش اور منارہ مسجد کی تعمیر فوری طور پر ضروری ہے۔

یقیناً اس ادارے کے ساتھ تعاون ذخیرۂ آخرت، صدقہ جاریہ اور ابدی اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ دستِ تعاون بڑھایئے اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کیجئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

الداعی الی الخیر

عبدالرحمٰن سلفی صدر مجلس منتظمہ جامعہ ستاریہ اسلامیہ۔ کراچی

دفتر: محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ۔ اے۔ ایم ۷ (فون نمبر ۲۱۲۰۸۸)

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE
R L No 5523